© rasailojaraid.com

مہتمم حاجی مولانا نے زنا بالجبر کا نشانہ بنایا تھا جسے بچی کے باپ نے رنگے ہاتھوں دیکھ لیا تھا۔ اس واقعہ کی تحقیقاتی رپورٹ ایک نجی چینل پر چلی، لیکن مدرسہ کے مہتمم کا کچھ نہیں بگڑا، نہ ہی مدرسہ کو کوئی فرق پڑا۔''

اس پیراگراف میں موجود زبان کی اغلاط اپنی جگہ، اس واقعہ کے تجزیے سے یہ جاننا کہ یہ کتنا اصلی ہے اور کتنا زیب داستان، صرف ایک سولہ سالہ لڑکی سے ہونے والے زنا بالجبر کے واقعے سے لطف لینے کی بات کی مصنف کے ذہنی رویوں کے بارے میں بہت کچھ بتا دیتی ہے اور ایسے فرد میں موجود اذیت پسندی کے شدید رجحان کو جاننے کے لیے کسی گہرے نفسیاتی تجزیے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مبارک حیدر میں موجود اذیت پسندی کا رویہ ہی ہے جس نے اس کتاب کو اذیت کوش بنا دیا ہے۔ وہ طعنے دے دے کر لطف کشید کرتے ہیں اور اعلیٰ ترین سطح پر کھڑے ہو کر دوسرے لوگوں کو ادنیٰ سمجھ کر تلقین کرتے ہوئے تسکین محسوس کرتے ہیں۔ یوں ''تہذیبی نرگسیت'' مبارک حیدر کی ذہنی تشفی کا سامان تو ضرور کر دیتی ہے اور اس حوالے سے یہ کافی کامیاب کتاب ہے۔

کتاب: مسلم ریاست جدید کیسے بنے

مصنف: محمود مرزا

صفحات: ۱۶۶

قیمت: ۱۴۰ روپے

پبلشر: دارالتذکیر، اُردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: امجد طفیل

گزشتہ پچاس ساٹھ سال کے عرصے میں جہاں دُنیا کے نقشے پر پچاس سے زیادہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آزاد مسلم ممالک ظہور پذیر ہوئے، وہاں ایک سوال بڑی شدت سے مسلم معاشروں میں زیرِ بحث آیا ہے کہ وہ کونسا طریقۂ کار یا حکمتِ عملی ہے جس کے تحت معاشرے میں مذہب اور معاش وسیاست کے باہمی تال میل کو سمجھا اور بروئے کار لایا جائے۔ دُنیا کے مختلف مسلمان معاشروں میں اس سوال کا مختلف جواب موجود ہے۔ اگر ایک طرف الجزائر کی مثال ہے جہاں ریاست اور پاپولر مذہبی سیاسی قیادت کی آویزش نے متشددانہ رُخ اختیار کیا جس میں بالآخر ریاست نے سیاسی و مذہبی جماعت کو شکست سے دوچار کیا۔ تو دوسری طرف ملائشیا کی مثال بھی پیش کی جا سکتی ہے جہاں مذہبی اقدار کی پاسداری کے ساتھ معاشرے کو جدید اور ترقی یافتہ بنانے کی کامیاب مثال موجود ہے اور تیسری طرف پاکستانی معاشرہ جیسی مثالیں جہاں ان دِنوں خونی تصادم جاری ہے، جس نے لاکھوں لوگوں کی زندگی کو اجیرن بنا رکھا ہے۔ ایسے میں محمود مرزا جیسے مصنف کا ایک حسّاس سوال پر کتاب لکھنا، بروقت دانشورانہ جواب کی حیثیت رکھتا ہے۔

''مسلم ریاست جدید کیسے بنے'' کا بنیادی تناظر پاکستان کا ہے، لیکن اس میں جو طرزِ فکر اپنایا گیا ہے، اُس کا دائرہ معاصر دُنیا کے کسی بھی مسلم معاشرے تک پھیلایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کم وبیش تمام مسلم معاشروں میں روایت اور جدیدیت کے درمیان کشمکش جاری و ساری ہے۔ محمود مرزا نے اپنی کتاب کا آغاز اس سوال سے کیا ہے کہ ''مسلم دُنیا میں جدید علوم کا فروغ کیوں نہ ہوا؟'' اس باب میں نہایت اختصار سے مسلم تاریخ میں پیدا ہونے والی تحریکوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ وہ سوال پوچھتے ہیں ''یہ سوال آج بھی توجہ طلب ہے کہ معتزلہ جیسی دانشورانہ تحریک نے مذہب کی دوسری تعبیرات کے بارے میں تنگ نظری اور تشدد کا رویہ کیوں اختیار کیا؟'' اور پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ شاید مذہبی نظریات میں اختلاف برداشت کرنے کی روایت کم ہے۔ یہاں ہمیں مصنف کا رویہ عقلیت پرست دانشور کا نظر آتا ہے جو اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ عقلیت کی بات کرنے والے غلط اندازِ نظر اختیار نہیں کر سکتے۔ دوسرا اس سوال کا ایک واضح جواب جس سے مصنف صرفِ نظر کرتا محسوس ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ جب بھی کسی تحریک کو سیاسی اقتدار مل جاتا ہے تو وہ تنگ نظری کا شکار ہو جاتی ہے، چاہے وہ معتزلہ کی مذہبی تحریک ہو یا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوشلزم کی سماجی و معاشی تحریک۔

زیرِ نظر کتاب کا دوسرا باب ''احیائے علوم--- یورپ اور مسلم دُنیا میں'' میں محمود مرزا نے ۱۵ ویں صدی میں شروع ہونے والے احیائے علوم کی بابت اظہارِ خیال کیا ہے اور اس حوالے سے اُنہوں نے مسلم دُنیا اور یورپ کا تقابل کرتے ہوئے اس فرق کی نشاندہی کی ہے جس کی بدولت آج مسلم دُنیا یورپ سے علمی معاملات میں پیچھے رہ گئی ہے۔ اس طرح کی نظریہ سازی سے اختلاف کی گنجائش ہوسکتی ہے لیکن یہ بات بہرطور طے ہے کہ علمی اور نظری مباحث کو آگے چلانے کے لیے اس نوعیت کی نظریہ سازی ضروری ہوتی ہے۔ اس باب کے آخر میں اُنہوں نے بڑی خوبصورتی سے اپنی بحث کو آج کے نہایت اہم علمی سوال کے ساتھ جوڑ دیا ہے:

''ہم مسلمانوں کی علمی اور فکری کمزوری کا دائرہ پہلے ہی بڑا وسیع ہے۔ پہلے سے موجود مسائل کو ہم سمجھ نہ پائے تھے کہ ایک نیا اور بڑا مسئلہ سامنے آ گیا ہے۔ میرا اشارہ گلوبلائزیشن کی جانب ہے۔ یہ مسئلہ اتنے بڑے اور نئے نظریاتی، سماجی، سیاسی اور معاشی مسائل کو اُٹھانے والا ہے جن کے لیے مسلم اقوام تیار نہیں۔ میری رائے میں ان مسائل پر واضح فکری سمت اختیار کرنا اس وقت تک آسان نہ ہوگا جب تک مسلمانوں میں جدید خطوط پر سماجی علوم کو فروغ حاصل نہیں ہوتا۔'' (ص ۲۱)

محمود مرزا نے جس اہم فکری مسئلے کی نشاندہی کی ہے اور اُس کے حوالے سے جس صورتِ حال کو نشان زد کیا ہے، اُس سے انکار کی گنجائش نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ نشاندہی بروقت بھی ہے اور برمحل بھی۔ مسلمان مفکرین کو اس حوالے سے سنجیدہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس سوال کے جواب میں مسلمانوں کا مستقبل پوشیدہ ہے۔

اس کتاب کے تیسرے باب ''پاکستان میں فروغِ علم کے امکانات'' میں مصنف نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ کچھ یوں ہے:

''راقم کی رائے میں جب تک ریاست اور سیاسی قوت کے حامل طبقات روایت پرست نظریات کی سرپرستی سے دست کش نہیں ہوتے، جدید علوم کا احیاء کبھی تحریک کی شکل اختیار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ کرے گا۔" (ص ۳۳)

مندرجہ بالا اقتباس روایت اور جدت کے تناظر میں جدید علوم کی طرف رد یے کو واضح کرتا ہے۔ اس نقطے پر بحث کی گنجائش موجود ہے کہ یہ روایت پرستی ہے جو جدید علوم کی راہ میں حائل ہے یا اس کے اسباب دوسرے ہیں۔ اسی طرح جب وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ریاست کو روایتی نظریات کے فروغ سے دست کش ہو جانا چاہیے تو یہ ایک عمومی بیان بن کر رہ جاتا ہے اور وہ اس کی تفصیل میں نہیں جاتے۔

اس کتاب میں مصنف کا اسلام کے بارے میں موقف موافقت کا ہے، وہ اسلام کے انسانی زندگی میں مثبت کردار کا حامی ہے، جسے وہ تسلیم کرتا ہے۔ "بلاشبہ اسلام کا کردار روحانی اور ثقافتی تھا۔" لیکن وہ اسلام کے حوالے سے مسلمانوں میں آنے والے فکری جمود کو توڑنا چاہتا ہے۔ اُس نے بالکل درست تجزیہ کیا ہے کہ اسلامی فکر میں ہونے والے وہ اجتہادات جو ملوکیت سے ٹکراتے تھے، انہیں دبا دیا گیا، جس کے نتیجے میں مسلمان معاشروں میں فکری تنوع کو نقصان پہنچا۔ زیرِ نظر کتاب کے باب "ترقی اور اسلام" میں انہوں نے مسلم دُنیا بالخصوص ملائیشیا اور مہاتیر محمد کے حوالے سے اس بات کو ابھارا ہے کہ اسلام ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔ کرنا صرف اتنا ہے کہ اسلام کی درست تعبیر کی جائے، اُسے عہدِ جدید کے تقاضوں کے مطابق سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ پاکستان کے حوالے سے اُنہوں نے بالکل درست لکھا ہے۔

"ہم پاکستانیوں کی ہمہ گیر پسماندگی کی بڑی وجہ فکری پسماندگی ہے۔ ہمیشہ اور ہر جگہ ترقی کا انحصار مضبوط علمی اور فکری بنیاد پر ہوتا ہے۔" (ص ۵۹)

اس کتاب کا باب "اسلامی اقدار کے معاشی پہلو" اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں انہوں نے اسلامی اقدار اور نظامِ معیشت کے باہمی تعلق کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ بقول مصنف آزادی اسلام کی اہم قدر ہے۔ اور اس کے ساتھ سماجی انصاف۔ یہ دونوں معاش کے ساتھ گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ اِسے وہ جدید مغرب کی سیکولر، لبرل سرمایہ داری اور اوپن مارکیٹ اکانومی سے جوڑ دیتے ہیں اور دبے الفاظ میں جمہوریت کے تصور کو سامنے لاتے ہوئے مغرب کے طرزِ فکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مغرب کے لبرل نظامِ معیشت اور سیاسیات میں فرد کی آزادی کا احترام اپنی جگہ مگر کیا اس میں موجود انسان کے استحصال سے صرفِ نظر کیا جا سکتا ہے اور مارکیٹ اکانومی کی وہ بے رحمی جو اپنی فطرت میں انسانیت کش ہے اور جس کی بدترین شکل تیسری دُنیا کے لیے جدید نوآبادیاتی نظام کی صورت میں مسلط ہے، اُسے آپ کس طرح انسان دوست اور اعلیٰ اقدار کی حامل قرار دیں گے۔

آگے چل کر محمود مرزا ''ہمارے کلچر کا سیاسی پرتو'' میں جب یہ جملہ لکھتے ہیں کہ ''میری رائے میں حکومت کو برخاست کرنے کی ایک بنیاد مالیات کا بحران دُور کرنے میں نااہلی بھی ہونی چاہیے۔'' (ص ۷۹) تو قاری چونک اُٹھتا ہے۔ ساری کتاب میں جمہوری اقدار کی ترویج کرتے کرتے آخر مصنف کیسے آمریت کے جلوہ میں آ گیا۔ کیونکہ جمہوری نظامِ سیاست میں حکومت سازی ایک مضبوط عمل کا نتیجہ ہوتی ہے اور اُسے برطرف کرنے کا اختیار کسی خارجی عامل کے پاس نہیں ہوتا۔

کتاب کے آٹھویں باب ''آمریت اور کرپشن کی کلچرل بنیادیں'' میں محمود مرزا نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ پاکستانی معاشرے کا تجزیہ کیا ہے اور نچلی سطح سے لے کر معاشرے کی بالائی سطح تک پائے جانے والے اُن عوامل کی خوبصورت عکاسی کی ہے جو آمریت اور کرپشن کی قبولیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان عوامل میں ایک دو عوامل کا اضافہ ممکن ہے، لیکن یہاں مصنف کا تجزیہ نہایت مدلل اور معروضی ہے۔ اُس نے اپنے دلائل کے لیے عملی زندگی سے برجستہ مثالیں بھی دی ہیں اور یہ سب واقعی قابلِ تحسین ہے۔ اسی طرح ''ٹیکس گریزی کے کلچرل پہلو'' میں ان عوامل کی درست نشاندہی کی گئی ہے جو ہمارے معاشرے میں ٹیکس دینے اور وصول کرنے کی راہ میں حائل ہیں۔ وہ بالکل درست لکھتے ہیں ''کرپشن کے کلچر اور مفاد پرست طبقات کی طاقت نے ٹیکس پالیسی کی غلط ترتیب کے ذریعے صنعتی معیشت کو تباہ کن صورتِ حال سے دوچار کر رکھا ہے۔'' (ص ۱۰۶)

کتاب کے آخری باب ''نظریاتی کنفیوژن'' میں اس کتاب میں زیرِ بحث آنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والے بہت سے مباحث کی روشنی میں پاکستان میں اسلامی قوانین کے حوالے سے موجود فکری اور عملی کنفیوژن کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس باب میں قیامِ پاکستان سے تاحال پاکستان کے فکری اور سیاسی ارتقا کا مختصر مگر مدلل تجزیہ موجود ہے۔

آخر میں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ محمود مرزا کی کتاب ''مسلم ریاست جدید کیسے بنے'' عصرِ حاضر کے فکری سوالات کے گرد بُنی گئی ہے۔ اس میں موجود بعض فکری نقاط سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے، لیکن اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ یہ ایک اہم کتاب ہے جو ہمارے عہد کے اہم فکری سوالات سے جڑی ہے۔

© rasailojaraid.com